© rasailojaraid.com

سزائے موت پر عمل درآمد کا طریقہ ۔ اسلامی نقطۂ نظر

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد

سزائے موت پانے والے بعض قیدیوں کی طرف سے پھانسی کے ذریعے سزائے موت پر عملدرآمد پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ پھانسی کے ذریعے موت کی سزا دینا مجرم کو ذلیل اور رسوا کر کے مارنا ہے۔ ان کے نزدیک انگریزوں نے سزائے موت کا یہ طریقہ اس وقت کے باغیوں کے لئے رائج کیا تھا۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ اصل مقصد موت کی سزا دینا ہے، لہٰذا وہ تجویز کرتے ہیں کہ موت کی نیند سلا دینے والے انجکشن کے ذریعے سزائے موت دی جائے تاکہ موت کا سزا یافتہ مجرم رسوا نہ ہو۔

اس مضمون کا بنیادی مقصد اسلامی نقطۂ نظر سے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ آیا:

۱۔ پھانسی کے ذریعہ سزائے موت دینا جائز ہے، بالخصوص قتل عمد کے مجرم کو؟

اور اگر یہ جائز نہیں تو

۲۔ کیا انجکشن کے ذریعہ سزائے موت پر عملدرآمد جائز ہے؟

سزائے موت پر عمل درآمد کے مروج طریقے:

اس وقت دنیا میں سزائے موت پر عمل درآمد کے پانچ معروف طریقے ہیں:

(۱) Electrocution یعنی الیکٹرک چیئر کے ذریعے سزائے موت دینا۔ یہ طریقہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی متعدد ریاستوں میں مروج ہے۔

(۲) Guillotine جلاد کی مشین کے ذریعے، سزائے موت دینا۔ یہ طریقہ فرانس اور بیلجیئم میں مروج ہے۔

(۳) پھانسی: یہ طریقہ زیادہ تر کامن ویلتھ کے ممالک اور امریکہ کی بعض ریاستوں میں مروج ہے۔

(۴) مہلک گیس کے ذریعے ہلاک کرنا: یہ طریقہ امریکہ کی چند ریاستوں میں مروج ہے۔

(۵) گولی مار دینا: امریکہ کی بعض ریاستوں میں یہ طریقہ بھی مروج ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستانی قانون میں سزائے موت پر عملدرآمد کا طریقہ:

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی متعدد دفعات مثلاً ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۹۴، ۲۹۵ سی، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۹۶ میں سزائے موت کا ذکر ہے لیکن مجموعہ تعزیرات پاکستان میں سزائے موت پر عملدرآمد کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔

یہ طریقہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۳۶۸ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ جس شخص کو سزائے موت سنائی گئی ہو اس پر اس طرح عملدرآمد ہوگا کہ ''اس شخص کو اس وقت تک گلوبستہ لٹکایا جائے کہ وہ مر جائے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ سزائے موت، خواہ کسی بھی دفعہ/ جرم کے تحت دی گئی ہو، سزائے موت پانے والے مجرم کو پھانسی کے ذریعے ہی دی جائے گی۔ نہ کہ کسی اور طریقہ سے۔

فقہ اسلامی میں سزائے موت پر عملدرآمد کا طریقہ:

فقہ اسلامی میں موت کی سزا پر عملدرآمد کے چار ہی طریقے راقم الحروف کے مطالعہ میں آئے ہیں:

۱۔ موت کی سزا کسی ایسے طریقے سے دینا جس میں سزا یافتہ کی تذلیل یا تعذیب/ ایذا رسانی نہ ہوتی ہو۔

۲۔ قتل عمد کے مجرم کو اس طریقہ سے بطور قصاص قتل کرنا جس طریقہ سے اس نے مقتول کو قتل کیا ہو (بشرطیکہ شریعت میں اس طریقہ کو ممنوع نہ قرار دیا گیا ہو۔ (مالکی اور شافعی نقطہ نظر)

۳۔ رجم کے ذریعے سزائے موت دینا، اور

۴۔ تصلیب (سولی دینے) کے ذریعے سزائے موت دینا۔

رجم کے ذریعے موت:

باوجودیکہ بعض حلقوں کی طرف سے اس پر اعتراض ہے۔ یہ سزا زانی محصن کو دی جاتی ہے (ملاحظہ ہو جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس، ۱۹۷۹ء دفعہ ۵ (۲) (الف) و دفعہ ۶ (۳) (الف)۔ یہی متقدمین فقہاء کا نقطہ نظر رہا ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی، مولانا امین احسن اصلاحی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان کے متبعین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ "رجم کی سزا ان غنڈوں اور بدمعاشوں کے لئے ہے جو شریفوں کے عزت و ناموس کے لئے خطرہ بن جائیں، جو اغواء اور زنا کو پیشہ بنالیں، جو دن دہاڑے لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالیں اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں۔" (ملاحظہ ہو تفسیر تدبر قرآن، تفسیر سورۃ المائدۃ، آیت ۳۳، ۳۴)

مولانا عنایت اللہ سبحانی کا مؤقف یہ ہے کہ "رجم حد زنا نہیں۔ بلکہ مجرمین، مفسدین اور محاربین کی سزا ہے۔ اس کے حد زنا ہونے پر اجماع کا دعویٰ غلط ہے اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے (ملاحظہ ہو حقیقت رجم، کتاب وسنت کی روشنی میں، فاران پبلشرز پشاور، ص ۲۷۹)

جناب ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کے نزدیک رجم کی سزا سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹۔۶۲ سے ماخوذ ہے۔ یہ ان زنا کاروں کے لئے ہے جو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے۔ یہ زنا بالجبر کی تعزیری سزا ہے۔ دوسرے گھناؤنے جرائم میں بھی یہ سزا دی جاسکتی ہے۔

علی علی منصور نے اپنی کتاب نظام التجریم والعقاب فی الاسلام (الطبعۃ اولیٰ ۱۹۷۶ء ص ۱۸۱) میں رای فقیہ معاصر کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ شیخ ابو زہرہ رجم کی سزا کو نافذ کرنے کے قائل نہیں۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ سزا تعزیراً دی ہو۔ علی علی منصور کے نزدیک شیخ مصطفیٰ الزرقاء اور شیخ محمود شلتوت، شیخ الازہر، کی بھی یہی رائے ہے۔

ابو زہرہ کی کتاب الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی سے ان کے بارے میں بیان کردہ مؤقف کی تائید نہیں ہوتی اور علی علی منصور نے بھی ان کی کسی کتاب یا کسی مقالہ کا حوالہ نہیں دیا۔ شیخ مصطفیٰ الزرقاء نے اپنی مشہور کتاب المدخل میں کہا ہے

"وحد الزنی ماۃ جلدۃ، وھو ماورد بہ القرآن. وقد ورد فی السنۃ ایضاً رجم الزانی بالحجارۃ اذا کان محصنا."

ان الفاظ میں اس بات کی وضاحت نہیں کہ آیا رجم حد ہے یا تعزیری سزا ہے۔

مولانا عمر احمد عثمانی نے البتہ واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ رجم کی سزا سورۃ النور کی آیت کریمہ الزانیۃ والزانی...... الخ سے منسوخ ہوگئی ہے۔ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نے تورات کی اس سزا کو منسوخ کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب رجم: اصل حد ہے یا تعزیر۔

رجم کی سزا ہر محصن زانی کی سزا ہے، یا احصان کی شرط کے قطع نظر زنا بالجبر کی سزا ہے، یا

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر گھناؤنے جرم کی سزا ہے، یا یہ تعزیری سزا ہے، اتنا تو بہرحال واضح ہے کہ ماسوائے مولانا عمر احمد عثمانی، علمائے دین کے نزدیک رجم ایک شرعی سزا ہے۔ لیکن اس بارے میں صحیح موقف کیا ہے اس پر بحث کرنا اس مضمون کا مقصود نہیں۔ اس مسئلہ پر متعدد کتابوں میں تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بھی سزائے موت کا ایک طریقہ ہے جو مروج رہا ہے۔

تصلیب کے ذریعے موت کی سزا حرابہ/فساد فی الارض کے جرم میں دی جا سکتی ہے جبکہ مجرم نے مال بھی لوٹا ہو اور قتل کا ارتکاب بھی کیا ہو، یا صرف قتل کا ارتکاب کیا ہو جیسا کہ آئندہ تفصیل بیان کی جائے گی۔ جرائم برخلاف املاک (نفاذ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۷(۴)، جو حرابہ سے متعلق ہے، میں صرف موت کی سزا دینے کا ذکر ہے، اس پر عملدرآمد کے طریقہ کا ذکر نہیں۔ لہٰذا ہمارے مروج قانون کے مطابق عملاً یہ سزا بھی پھانسی کے ذریعے ہی دی جائے گی جیسا کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۶۸ کا تقاضا ہے۔

تصلیب کے جواز کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۃ المائدۃ، ۵:۳۳)

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ط ذلک لھم خزیٌ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ٥

ترجمہ: ''وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں۔ یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب'' (ترجمہ کنز الایمان، ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی)

''ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور رسول سے بغاوت کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں، بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا ملک سے باہر نکال دیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے اس دنیا میں

© rasailojaraid.com

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

© rasailojaraid.com

رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔" (تدبر قرآن،
ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی)

فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ میں مذکور سزاؤں پر عملدرآمد کی تفصیل، جیسا کہ ابن رشد نے بیان کی ہے، حسب ذیل ہے:

امام مالک: اگر باغی/ محارب نے قتل کا ارتکاب کیا ہو تو لامحالہ قتل کیا جائے گا اگرچہ امام کو اختیار ہے کہ اس کو مصلوب کرے یا نہ کرے۔
لیکن اگر اس نے مال لیا اور قتل نہ کیا تو امام کو اسے ملک سے باہر نکالنے، یا جیل میں ڈالنے، کا اختیار نہیں، البتہ امام کو قتل، سولی دینے یا مخالف اطراف سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا اختیار ہے۔ لیکن اگر صرف راستہ کا خوف پیدا کرے تو امام کو اختیار ہے کہ ان چاروں سزاؤں میں سے کسی ایک پر عمل کرے۔

امام شافعی، ابوحنیفہ اور دیگر علماء کی جماعت:

امام کو چاہیے کہ محارب نے جس نوعیت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اسے اسی نوعیت کی سزا دے یعنی اگر مال لیا، قتل نہ کیا تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ قتل کیا تو اسے قتل کیا جائے، جس نے نہ مال لیا نہ قتل کیا اسے زمین سے نکال دے، یا جیل میں ڈال دے۔

بعض دیگر علماء: امام کو مطلقاً اختیار ہے ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے۔

"یصلبوا" کا مفہوم

علماء کا ایک گروہ: مصلوب کیا جائے یہاں تک کہ بھوک سے مر جائے۔
ایک اور گروہ: ایک ساتھ قتل اور مصلوب کیا جائے۔
بعض کے نزدیک: پہلے قتل کیا جائے پھر مصلوب کیا جائے۔
بعض کے نزدیک: زندہ مصلوب کیا جائے اور اسی حالت میں اسے قتل کیا جائے۔

(ابن رشد، بدایۃ المجتہد، فاران اکیڈمی لاہور، جلد ۲، ص ۳۴۱)

حنفی نقطہ نظر، بالخصوص، اس بارے میں یہ ہے کہ اگر محاربین نے قتل کیا اور مال نہ لیا تو وہ قتل کیے جائیں گے۔ اگر قتل کیا اور مال بھی لیا تو امام کو اختیار ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کرے یا انہیں مصلوب کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصلوب کئے جانے کی صورت میں محارب کو زندہ سولی پر لٹکایا جائے اور اس کا پیٹ برچھے/نیزے سے پھاڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ اور وہ تین دن سے زیادہ مصلوب نہ رہے۔ (الهدایہ، اولین: مکتبہ امدادیہ، ملتان، ص ۵۳۶۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد ۶، ص ۱۳۸)

جہاں تک پھانسی کے ذریعے سزائے موت پر عملدرآمد کا تعلق ہے تو امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اگر کسی شخص نے کسی شخص کو پھانسی دے کر قتل کیا اور مقتول کا ولی الدم مطالبہ کرے کہ مجرم کو بھی اسی طریقہ سے سزائے موت دی جائے تو یہ جائز ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن رشد، بدایۃ المجتہد، فاران اکیڈمی، لاہور، ج ۲، ص ۳۰۳۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، دارالتراث، ۱۹۷۷ء جلد ۲، ص ۱۵۰۔۱۵۲)

عبدالقادر عودہ نے اس بات پر نہایت خوبصورت اضافہ کیا ہے کہ ولی الدم کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ قتل کے مجرم کو اسی طریقے سے قتل کرنے کا مطالبہ کرے جس طریقے سے مجرم نے قتل کیا ہے۔

احناف کے نزدیک، امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی رو سے بھی، قتل عمد کے مجرم کو قصاص میں کسی ایسے طریقے سے قتل کیا جائے گا جس سے سزا یافتہ کی تعذیب، ایذا رسانی نہ ہوتی ہو۔ یہ نقطہ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل ہدایات پر مبنی ہے۔

لاقود الا بالسیف ۔ (قتل عمد میں) قصاص نہ لیا جائے مگر تلوار کے وار سے (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۶۶۷، ۲۶۶۸)

> **ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ** (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۰۵۵)
>
> اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان کا حکم دیا ہے۔ پس جب تم کسی کو بطور سزا قتل کرو تو اسے اچھے طریقے سے قتل کرو۔ اور جب جانور ذبحہ کرو تو اسے اچھے طریقے سے ذبحہ کرو۔ ذبح کرنے والا چھری کو تیز رکھے اور اپنے ذبیحہ کو تکلیف نہ دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان ہدایات کے مدنظر عبدالقادر عودہ نے جن کی کتاب التشریع الجنائی الاسلامی مسلم ممالک کی عدالتوں میں حوالے کی کتاب سمجھی جاتی ہے حنفی نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے اور اسی نقطہ نظر پر عمل ہو رہا ہے۔

عبدالقادر عودہ کی رائے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے جناب عبدالقادر عودہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ آیا تلوار سے جلد تر جان لینے والے آلہ کے ذریعے قصاص لیا جاسکتا ہے؟

جناب عودہ نے نہایت صراحت سے کہا ہے کہ قصاص کے لئے تلوار کو ہتھیار کے طور پر اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ یہ مجرم کی جان لینے میں تیز تر تھی، اس سے مجرم کو کم از کم تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اس سے تیز آلہ پایا جائے مثلاً الیکٹرک چیئر یا گلوٹین تو اس کے ذریعے سزائے موت دینا جائز ہے۔

عودہ کے الفاظ بعینہٖ یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

هل يجوز الإستيفاء بما هوا سرع من السيف؟

الاصل في اختيار السيف اداة للقصاص، انه اسرع في القتل وانه يزهق روح الجاني بايسر ما يمكن من الالم والعذاب، فاذا وجدت اداة اخرى اسرع من السيف واقل ايلاما فلا مانع شرعا من استعمالها، فلا مانع من استيفاء القصاص بالمقصلة، او الكرسي الكهربائي وغيرهما مما يفضي الى الموت بسهولة واسراع ولا يخلف الموت عنه عادة ولا يترتب عليه تمثيل بالقاتل ولا مضاعفة تعذيبه

(التشريع الجنائی، جلد۲، ص۱۵۴، فقرہ ۱۷۸)

خلاصہ مبحث اور راقم الحروف کی رائے:

اسلامی قانون کی رو سے جن جرائم میں رجم کے ذریعے یا مصلوب کرنے کے ذریعے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سزائے موت دینے کی صراحت کی گئی ہے ان میں تو اسی طریقہ سے سزائے موت دی جائے گی۔ باقی جرائم میں جبکہ عدالت کی طرف سے سزائے موت دی گئی ہو، بالخصوص قتل عمد کے جرم میں، مجرم کو کسی ایسے آلہ سے قتل کیا جائے گا جس میں اسے بے جا تکلیف یا ایذا رسانی نہ ہو۔

یہ بات البتہ واقعاتی طور پر تحقیق طلب ہے کہ یہ تلوار کے وار سے گردن تن سے جدا کر دینے، گلوٹین...... جلاد کی مشین...... سے ہلاک کرنے، الیکٹرک چیئر کے ذریعے سے جان لینے، گولی مار دینے، گیس کے ذریعہ ہلاک کرنے یا پھانسی کے ذریعہ جان لینے میں سے کون سا طریقہ ایسا ہے جس میں مجرم کو کم تکلیف ہوتی ہے۔

کئی سال پہلے بھارت میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا تھا اس بات کا جائزہ لینے کے لئے کہ آیا مؤخر الذکر پانچ طریقوں میں کون سا طریقہ ایسا ہے کہ جس کے ذریعے کم از کم وقت میں اور مجرم کو کم سے کم اذیت دیتے ہوئے اس کی جان لی جا سکتی ہے۔ کمیشن طویل تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ان پانچ طریقوں میں سے پھانسی کے ذریعے موت دینا ہی ایسا طریقہ ہے جس میں وقت بھی کم لگتا ہے اور مجرم کو اذیت بھی کم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں مزید تحقیق طلب بات صرف یہ ہے کہ تلوار کے ایک وار کے ذریعے گردن تن سے جدا کر دینے اور پھانسی کے ذریعے جان لینے میں کون سا طریقہ بہتر ہے۔

جہاں تک انجکشن کے ذریعے سزائے موت دینے کا تعلق ہے تو یہ تجویز کینیڈا میں بھی زیر غور رہ چکی ہے۔ اس طریقے میں ایک قباحت تو یہ ہے کہ یہ کام کسی ڈاکٹر کے ہاتھوں سرانجام پائے گا اور ڈاکٹر بالعموم اس پر رضامند نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ ان کے پیشہ ورانہ ضابطہ اخلاق کے خلاف ہے۔ ایک ڈاکٹر کا کام صحت کی بحالی اور زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی طرف سے پوری جدوجہد کرنا ہے نہ کہ کسی کو بیمار کرنا یا کسی کی جان لینا۔ پھر یہ کہ اس طریقے میں سزا یافتہ مجرم کی رضا اور رغبت بھی ضروری ہے بصورت دیگر اس کو رسیوں/ بیڑیوں سے جکڑا جائے گا اور اس سے مجرم کو غیر ضروری اذیت ہوگی جبکہ مقصود یہ ہے کہ مجرم کو کم سے کم اذیت ہو۔

اس طریقہ میں دوسری قباحت یہ ہے کہ اس میں درد اور تکلیف کا عنصر سرے سے موجود نہیں لہٰذا یہ سزا کا کوئی بھی مقصد پورا نہیں کرتا۔ جب سے معاشرے میں جرم پر سزا دی گئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہ بحث دانشوروں اور ماہرین قانون کے درمیان چلی آئی ہے کہ سزا کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصد کیا ہے۔ ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی میں اس میں یہ بحث بھی شامل ہوگئی کہ آیا مجرم کو سزا دی بھی جانی چاہئے یا نہیں۔ اطالوی مکتب فکر، جس کے سرخیل Cesare Lomborso (۱۹۰۹ء۔ ۱۸۳۶) ہیں، کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جرم کا ارتکاب کرنے والے شخص یا تو جسمانی طور پر غیر صحت مند ہوتے ہیں، یا دماغی طور پر یا نفسیاتی مریض ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ کسی شخص کے مجرمانہ فعل کی ذمہ داری تنہا اس شخص پر نہیں ڈالی جا سکتی جسے مجرم کہا جاتا ہے، بلکہ اس میں اس شخص کے طبعی، معاشرتی ماحول کا بھی بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامل افراد اب بھی موجود ہیں۔ تاہم قانون کی دنیا میں رائج اور سائد نقطہ نظر یہی ہے کہ مجرم کو سزا ملنی چاہئے۔ پھر اس سزا کے مقاصد میں کسی قدر اختلاف ہوا ہے۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ سزا کا مقصد Retribution، یعنی جو کیا اس کا بدلہ ہے۔ بالفاظ دیگر مجرم کو بہرحال اس کے کئے کی سزا ملنی چاہئے خواہ اس کا کوئی فائدہ ظاہر ہو یا نہ۔ اس نقطہ نظر کے حاملین میں سے ہیگل، کانٹ اور لاڈ رڈ ینگ (برطانیہ کے ایک مشہور جج) کے نام قابل ذکر ہیں۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ سزا کا مقصد Deterrence ہے یعنی مجرم کو آئندہ جرم کے ارتکاب سے روکنا اور دوسرے لوگوں کو سزا کا خوف دلانا ہے تاکہ وہ ارتکاب جرم سے باز رہیں۔ بینتھام (Bentham) اس نقطہ نظر کے مشہور حاملین میں سے ہیں۔ تیسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ سزا کا مقصد مجرم کی اصلاح کرنا ہے (Reformation)۔ کم شدت کے نوعیت کے مجرمین جن کو قید یا جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے ان کے لئے تو یہ طریقہ مفید نتائج کا حامل ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ مجرمین جن کو موت کی سزا دی جاتی ہے ان کے لئے اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ایک تحریک سزائے موت کے خاتمہ کی بھی چلی تھی اور اس کے نتیجہ میں انگلستان میں Abolition of Death penalty Act, 1956 بھی جاری ہوا تھا لیکن اس کا اطلاق قتل عمد کے جررم پر ہوتا ہے، بعض دیگر جرائم مثلاً بغاوت اور تشدد کے ساتھ ڈاکہ میں سزائے موت پھر بھی برقرار رہی۔

اس مختصر اور قدرے دقیق، بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو مجرم کو سرے سے سزا ہی نہ دی جائے، اور اس کی اصلاح کے لئے دیگر ذرائع استعمال میں لائے جائیں یا یہ کہ اسے سزا دی جائے خواہ اس کا کوئی مقصد ہو یا نہ ہو لیکن راجح بات یہی ہے کہ سزا دینے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ سزا کے ڈر سے جرم کے ارتکاب سے باز و ممنوع رہیں۔ بدنی سزا میں اگر درد کا پہلو سرے سے مفقود ہو تو اسے سزا

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہنا مشکل ہے۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے درج ذیل رائے دی۔

> "Some extent of pain or suffering is inevitable in any kind of punshment, punishment and absence of pain, in terms, contradictory (AIR SC 115)"

اسلام فرد اور معاشرے کی اصلاح پر بھی زور دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی حکومت پر بھی یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ایسے حالات کو یقینی بنائے جن میں ارتکاب جرم کے امکانات کم سے کم ہوں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام الرمادۃ، قحط سالی کے سال، کے دوران چوری کی سزا معطل کر دی اس لئے کہ خوراک کی فراہمی حکومت کے بس میں نہ تھی۔ بایں ہمہ جو لوگ قتل عمد کا ارتکاب کرتے ہیں، آبرو ریزی کرتے ہیں، شراب نوشی کرتے ہیں، لوگوں کا مال چراتے ہیں یا طاقت کے زور پر لوگوں کو دہشت زدہ کر کے قتل یا غارت گری کا ارتکاب کرتے ہیں ایسے لوگوں کو سخت بدنی سزا دی جاتی ہے جس کا مقصد بالعموم زجر Deterrence ہے۔ ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں صراحت سے کہا ہے کہ قصاص کی سزا زجر کے طور پر مقرر کی گئی ہے۔ چونکہ انجکشن کے ذریعے موت کی نیند سلا دینے سے سزا کا کوئی بھی مقصد پورا نہیں ہوتا لہٰذا سزائے موت پر عملدرآمد کا یہ طریقہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

نوجوان عالمِ دین

حافظ قاری مولانا محمد احمد رضا سیالوی صاحب کی

احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نماز کے موضوع پر ایک خوبصورت کتاب

نماز پنجگانہ

ناشر: القائم اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی۔ لاہور

© rasailojaraid.com